(۴۷)

ہمارے لئے امن کی ایک ہی صورت ہے کہ دنیا پر غالب آجائیں

(فرمودہ ۱۸۔اپریل ۱۹۳۰ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ آج نماز کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوگا اس لئے میں ایک تو خطبہ جمعہ نہایت اختصار سے پڑھنا چاہتا ہوں اور دوسرے عصر کی نماز جمعہ کے ساتھ جمع کر کے پڑھاؤں گا تا وہ کام جو ایک ملّی اور اجتماعی کام ہے اور خدا تعالیٰ کے سلسلہ کے کاموں میں سے ایک ہے زیادہ توجہ سے سرانجام دیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ان کے فرائض ادا کرنے کا ایک موقع دیتا ہے۔ لیکن جب وہ کسی قدر سُستی اور کوتاہی سے کام لینے لگ جاتے ہیں تو پھر وہ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ علاوہ دینی ضرورتوں کے دنیوی حالات بھی ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو ان فرائض کے ادا کرنے کیلئے انہیں مجبور کر دیتے ہیں۔ ایسے حالات بظاہر ابتلاء ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ ایک بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف مبعوث ہو کر آئے تھے اور دنیا کا کوئی کونہ اور علاقہ ایسا نہیں تھا جس کی ہدایت اور راہنمائی آپ یا آپ کے متّبعین کے ذمہ نہ تھی۔ لیکن با ایں ہمہ ایک لمبے عرصہ تک مسلمان مکہ سے باہر نہ نکلے اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اسلام کو پہلے مکہ میں پوری طرح قائم کر کے

پھر دوسری دنیا کو مخاطب کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیّت اس کے خلاف تھی وہ کچھ اور ہی چاہتا تھا اس لئے اس نے کفارِ مکہ اور ان میں سے خصوصاً ان شریروں کو جو خدا تعالیٰ کی ازلی لعنتوں کے نیچے تھے اُبھارا کہ مسلمانوں پر مکہ کی رہائش کا قافیہ تنگ کر دیں۔ مسلمانوں نے اسے ایک ابتلاء سمجھا اور واقعہ میں یہ ابتلاء تھا مسلمانوں نے اسے اپنے لئے بظاہر ایک مصیبت خیال کیا اور اس میں کیا شک ہے کہ واقعہ میں وہ مصیبت تھی اور انہوں نے پُرنم آنکھوں اور مغموم دلوں کے ساتھ اس وَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ کو چھوڑا جہاں دو ہزار سال قبل ان کے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو لا کر بسایا تھا۔ وہ اس ورثہ کی محبت کو چھوڑنے کے لئے مجبور ہو گئے جو دو ہزار سال سے اَبًا عَنْ جَدٍّ ان کو ملتی آئی تھی۔ مکہ والے خوش تھے انہوں نے سمجھا ہم نے اسلام کا نام مٹا دیا اور مسلمان غمگین تھے کہ وہ نور کے مرکز سے جُدا ہونے پر مجبور کئے جا رہے ہیں اور اس مقام سے نکالے جا رہے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے اسلام نازل کرنے کیلئے چُنا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا منشاء اور تھا' وہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسلام ایک وقت میں ہی مختلف ممالک میں پھیلے گا اور وہ تبلیغ کیلئے نئے راستے کھولنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور خدا تعالیٰ نے انہیں ان جگہوں پر لا کر ڈال دیا جو اپنے اندر اسلام کو قبول کرنے کی مکہ سے زیادہ صلاحیت رکھتی تھیں۔ حبشہ میں اگرچہ لوگ زیادہ تعداد میں تو داخلِ اسلام نہ ہوئے لیکن وہاں کے بادشاہ کو خدا تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس سے اسلام کی ایک ہیبت طاری ہوگئی اور وقار قائم ہو گیا اور مدینہ میں اگرچہ امراء نے اسلام قبول نہ کیا لیکن عوام کثرت سے مسلمان ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے مدینہ ہی وہ مقام ہؤا جہاں سے اسلام کے لئے چاروں طرف تیراندازی ہونی تھی اور اس طرح وہی ابتلاء اور رنج کی کیفیت خوشی کا باعث اور اسلام کی ترقی کا موجب ہوگئی۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ابتلاء آتے ہیں وہ اپنے اندر برکت رکھتے ہیں بشرطیکہ لوگ انہیں بابرکت ہونے کا موقع دیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بار بار توجہ دلانے کے باوجود جماعت تبلیغ کی طرف اس قدر توجہ نہیں دے رہی جتنی دینی چاہئے۔ میں نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ اپنی پوری طاقت سے تبلیغ کرو اور لوگوں تک احمدیت پہنچاؤ اور اس میں کچھ شک نہیں کچھ دوست ہیں جو اس طرف توجہ کرتے ہیں لیکن باقی رات دن اس سے غافل رہتے ہیں۔ ہفتوں کے بعد ہفتے' مہینوں کے بعد مہینے' بلکہ سالوں کے بعد سال گزرتے جاتے ہیں لیکن ان کے ذریعہ کسی کو ہدایت نصیب

نہیں ہوتی۔ ان کی سُستی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کے لئے چند ایک ابتلاء پیدا کئے ہیں تا کہ اگر جماعت کے دوست دوسروں کی ہدایت کیلئے احمدیت کونہیں پھیلاتے تو یہ سمجھ کر کہ ساری دنیا ہماری دشمن ہے اور جب تک ہم ساری دنیا کو احمدیت میں داخل نہ کر لیں ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں اور کبھی چین سے زندگی بسر نہیں کر سکتے تبلیغ کی طرف متوجہ ہوں۔

دوسرے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ہم سے انہیں فائدہ پہنچ رہا ہے تو وہ شاباش اور آفرین کہنے لگے جاتے ہیں اور ہمارے بعض سیدھے سادھے بھائی اس وہم میں مبتلاء ہو جاتے ہیں کہ اب تو ساری دنیا ہم سے خوش ہے۔ حالانکہ ان کی شاباش کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے چیتے سے شکار لینے کیلئے شکاری اسے تھپکی دیتا ہے یا باز کو کسی جانور پر چھوڑنے سے پہلے اسے تھپکی دیتے اور چمکارتے ہیں اور اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ شکاری چیتے یا باز کو دل سے بھی اسی طرح پیار کرتا ہے جس کا وہ اظہار کر رہا ہے بلکہ یہ صرف اس سے اپنا مطلب نکالنے کیلئے کیا جاتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے بھی شکاری اس سے غافل نہیں ہو جاتا وہ اس امر کا برابر خیال رکھتا ہے کہ وہ بھاگ نہ جائے یا مجھ پر ہی حملہ نہ کر دے۔ یہی حال دوسری اقوام کا ہے جب کسی مشکل کے وقت انہیں منظّم جماعت کی خدمات کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ہمیں تھپکی دیتے ہیں اور شاباش کہتے ہیں اور اس سے بعض احمدی خیال کر لیتے ہیں کہ وہ ہمارے دوست ہیں حالانکہ جب تک ایک انسان احمدیت کا جامہ زیب تن نہیں کر لیتا وہ خواہ ہم سے کتنا بھی ہمدردی کا دعویٰ کرنے والا کیوں نہ ہو' وہ آج نہیں تو کل ضرور ہم سے دشمنی کرے گا۔ پس ان ابتلاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ اگر اس کے لئے' اسلام کے لئے' احمدیت کی محبت کیلئے ہم احمدیت کو نہیں پھیلاتے تو یہی سمجھ کر اسے پھیلانے میں لگ جائیں کہ ہمارا اور ہماری اولاد کا امن وامان اور آسائش احمدیت کی اشاعت سے وابستہ ہے۔

ہندوستان میں انقلاب پیدا ہونے والا ہے اور ہندوستانیوں میں اِس وقت جو جذبۂ حُریت پیدا ہو رہا ہے گورنمنٹ زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بے شک وہ مقابلہ تو کرے گی لیکن آہستہ آہستہ وہ خود بخود ہندوستانیوں کو حقوق دینے پر آمادہ ہو جائے گی اور وہ نادان احمدی جو ایک حد تک تحریکِ حُریت کو ہندوستان کیلئے مفید سمجھتے ہیں اُس وقت دیکھیں گے کہ وہ لوگ جن کی ظاہرداری کو دیکھ کر وہ انہیں اپنا ہمدرد سمجھتے ہیں ان کی مثال بعینہٖ اُس بلّی کی طرح ہے جس کا جسم نہایت ملائم اور ریشم بہت نرم لیکن ناخن خوفناک ہوتے ہیں اور وہ دیکھیں گے کہ کس طرح ان کی

آنکھوں کو نکالنے اور چہرہ کو نوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ ایک الٰہی سلسلہ ہے اور الٰہی سلسلوں سے قومیں صلح کر کے نہیں رہا کرتیں۔ جس سلسلہ کے ماننے والے ابتداء میں ہی پھولوں پر سے گزرتے ہیں وہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے ابتدائی حالت میں ہمیشہ کانٹوں پر سے ہی گزرتے ہیں اور اگر تم بھی اللہ کے پیارے ہو تو اُس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت نہ قائم ہو جائے تمہارے راستہ سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے اور تمہیں کبھی بھی امن وامان حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر آج کسی وجہ سے سُکھ ہے تو کل یقیناً پھر دُکھ کی حالت ہو جائے گی۔ انگریزی حکومت پر ہمیں ایک حد تک حُسنِ ظن ہے لیکن اگر احمدیت سُرعت کے ساتھ ترقی کرنے لگ جائے تو یہ حکومت بھی تم سے وہی سلوک کرنے لگے گی جو دوسری قومیں کر رہی ہیں۔ اس لئے جب تک ہم تمام دنیا کے لوگوں کے اندر احمدیت کو نہ پھیلائیں اور ان کے نفوس میں نیک تبدیلی نہ پیدا کریں اُس وقت تک ہمیں حقیقی امن نصیب نہیں ہوسکتا۔ ہمارے دعوے خواہ کچھ ہوں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تحمل و بُردباری کی تعلیم میں ہم حضرت مسیح علیہ السلام سے بڑھ کر نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم تو ضرورت کے وقت بدلہ لینا بھی جائز سمجھتے ہیں لیکن مسیحؑ کی تو یہی تعلیم ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے پھیر دو[1] اور یہ تعلیم خواہ کس قدر بھی خلافِ زمانہ کیوں نہ ہو لیکن اس میں کیا شُبہ ہے کہ ایک مدت تک اِس پر عیسائیوں کا عمل رہا ہے مگر کیا اس پر بھی انہیں امن نصیب ہوا۔ کیا رومن حکومت نے عیسائیت کو آرام سے ترقی کرنے کا موقع دیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہزاروں' لاکھوں عیسائی جان سے مار دیئے گئے ان کو اپنے گھر بار اور جائدادیں وغیرہ چھوڑ کر غاروں میں زندگیاں بسر کرنی پڑیں کیونکہ اُس وقت یہ حالت تھی کہ جہاں کوئی مسیحی نظر آتا اُسے قتل کر دیا جاتا حتّٰی کہ خدا تعالیٰ نے ان کی نصرت کی اور روم کا بادشاہ عیسائی ہو گیا اور عیسائیوں کو ان مظالم سے نجات حاصل ہوئی۔ پس یہ خیال کہ ہم کسی سے لڑتے نہیں ہمارا بھی کوئی دشمن نہیں ہوسکتا غلط ہے کیونکہ جب مسیح کی اِس قدر نرم اور بُردباری کی تعلیم کی موجودگی میں بھی عیسائیوں کو امن نصیب نہ ہوا تو ہمیں جن کا یہ اعتقاد ہے کہ کسی وقت بدلہ لینا بھی ضروری ہوتا ہے اس خیال سے مطمئن نہیں ہو جانا چاہیئے کہ ہم کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے اس لئے ہمیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہماری بھلائی کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں تا ان پر غالب آنے کی کوشش

کریں کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو ترقی بھی نہیں ہو سکتی۔ تمام انبیاء کی جماعتیں ایک ہی جیسی ہوتی ہیں پہلوں میں ہم سے زیادہ ایمان نہ تھا اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ویسے ہی مُرسل ہیں جیسے کہ دوسرے انبیاء تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان کی اور دوسرے انبیاء کی جماعتوں میں بھی یکرنگی ضروری ہے۔ ان جماعتوں کی ترقی بھی پوری طرح اُسی وقت ہوئی جب مخالفین کی طرف سے ان پر عافیت تنگ کی گئی۔ جب ان کی زندگی کو تلخ کر دیا گیا تو وہ بھی بیدار ہوئے اور جب دیکھا کہ ہماری تباہی کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا تو انہوں نے مخالفین کو تباہ کر دیا اور ان کی مشتعل کردہ آگ میں خود جلنے کی بجائے اُنہیں کو جلا کر رکھ دیا۔

پس ان ابتلاؤں سے جو اِس وقت ہماری جماعت پر آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تمہاری آنکھیں کھول دے اور بتا دے کہ تمام دنیا تمہاری دشمن ہے اور ہم اُس وقت تک آرام سے نہیں رہ سکتے جب تک دنیا کو اپنے رنگ میں رنگین نہ کرلیں اور اگر مخالفت کی یہ آگ بھی جماعت کی آنکھیں کھولنے کا باعث نہ ہوئی تو خدا تعالیٰ اس آگ کو اور زیادہ بھڑکائے گا حتیّٰ کہ باپ کا بیٹا اور بھائی کا بھائی دشمن ہو جائے گا۔[1] تمہارے لباسوں میں آگ ہوگی تمہارے گھروں میں آگ ہوگی اور تمہاری چارپائیوں میں بھی آگ ہوگی اور تمہیں اپنے چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ اُس وقت آرام سے کوئی نہ سو سکے گا اور ہر ایک مجبور ہو جائے گا کہ اس مشتعل شُدہ آگ کو بُجھائے۔ پس بجائے اِس کے کہ خدا تعالیٰ تمہارے ہر ایک ذرّہ ذرّہ میں آگ لگا کر تمہیں بیدار کرے خود بخود بیدار ہو جاؤ اور پیشتر اِس کے کہ آگ لگ جائے اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی رحمت کا پانی چھڑک کر اس سے محفوظ ہو جاؤ کیونکہ جس طرح آگ پر پانی پڑنے سے وہ بُجھ جاتی ہے اسی طرح اگر کسی چیز پر پانی پڑا ہوا ور وہ گیلی ہو چکی ہو تو اس پر بھی آگ اثر نہیں کرتی۔

پس میں اس موقع پر کہ مختلف جماعتوں کے نمائندے یہاں موجود ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ واپس جا کر تبلیغ کے پہلو کو جلد از جلد مضبوط کرنے کی کوشش کریں اور دیوانہ وار اس کام میں لگ جائیں تا اللہ دیکھ لے کہ ان کے اندر آگ لگانے کی اَب ضرورت نہیں اور وہ مخالفت کی اِس آگ کو بجھا دے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان فرائض کو کما حقہٗ ادا کر سکیں جن کی ادائیگی ہمارے ذمہ لگائی گئی ہے۔ (الفضل ۲۵۔ اپریل ۱۹۳۰ء)

---

[1] متی باب ۵ آیت ۳۹۔ بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء (مفہوماً)